تبیان القرآن
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)
۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء
اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے
تبیان القرآن
علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)
۳۸۔ اردو بازار لاہور
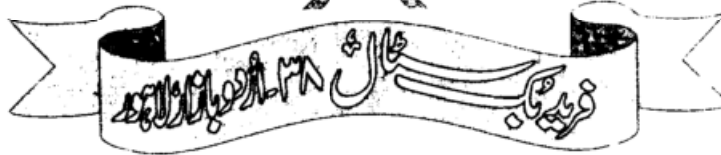
تصحیح : محمد فیاض احمد رضوی

کمپوزنگ : NRehanN ALi

مطبع : رومی پبلی کیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

الطبع الاوّل : رجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء

Farid Book Stall®

Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ (آسمان سے) نازل ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے' ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہوگا' قد متوسط ہوگا' وہ ہلکے زرد حلے پہنے ہوئے ہوں گے' ان پر تری نہیں ہوگی' لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے' جزیہ موقوف کر دیں گے' اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا' وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے' چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں لوگوں کی بہ نسبت ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۲' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۶۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴۹' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۵۵' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۲۳۳)

حضرت عیسیٰ کے آسمان سے نزول کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ○ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ (النساء: ۱۵۸۔۱۵۷)

(اور یہود کا کفر) ان کے اس قول کی وجہ سے ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا' حالانکہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دی لیکن ان کے لیے (کسی شخص کو عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا اور بے شک جنہوں نے اس کے معاملہ میں اختلاف کیا وہ ضرور اس کے متعلق شک میں ہیں' انہیں اس کا بالکل یقین نہیں ہے' ہاں وہ اپنے گمان کے مطابق کہتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ○ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے ○

یہود کا کفر کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا دعویٰ کیا

اس آیت میں یہود کے ایک اور کفریہ قول کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ان کا بہت بڑا کفر ہے' کیونکہ اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے اور اس میں بہت کوشش کرتے تھے' ہر چند کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قاتل نہیں تھے لیکن چونکہ وہ فخریہ طور پر یہ کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے' اس لیے ان کا یہ قول کفریہ قرار پایا۔

یہود کا حضرت عیسیٰ کے مشابہ کو قتل کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انہوں نے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا نہ انہوں نے ان کو سولی دی لیکن ان کے لیے کسی شخص کو (عیسیٰ کا) مشابہ بنا دیا گیا تھا"۔

امام ابوجعفر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سترہ حواریوں کے ساتھ ایک گھر میں اس وقت داخل ہوئے جب یہودیوں

نے ان کو گھیر لیا تھا' جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی صورت حضرت عیسیٰ کی صورت کی طرح بنا دی' یہودیوں نے ان سے کہا: تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے' تم یہ بتلاؤ کہ تم میں سے عیسیٰ کون ہے ورنہ ہم سب کو قتل کر دیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا: تم میں سے کون آج اپنی جان کو جنت کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے؟ ان میں سے ایک حواری نے کہا: میں! وہ یہودیوں کے پاس گیا اور کہا: میں عیسیٰ ہوں' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ کی طرح بنائی ہوئی تھی' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا' اس وجہ سے وہ شخص ان کے لیے حضرت عیسیٰ کے مشابہ کر دیا گیا تھا' یہودیوں نے گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور عیسائیوں نے بھی یہی گمان کر لیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اسی دن اٹھا لیا تھا۔ (جامع البیان جز ۶ص ۱۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ابوعلی جبائی نے کہا ہے کہ یہودی سرداروں نے ایک انسان کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کو ایک اونچی جگہ پر سولی دے دی اور کسی شخص کو اس کے قریب جانے نہیں دیا حتیٰ کہ اس کا حلیہ متغیر ہو گیا اور ان یہودیوں نے کہا: ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا تا کہ ان کے عوام اس وہم میں رہیں' کیونکہ یہودیوں نے جس مکان میں حضرت عیسیٰ کو بند کر رکھا تھا جب وہ اس میں داخل ہوئے تو وہ مکان خالی تھا اور ان کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں یہ واقعہ یہودیوں کے ایمان لانے کا سبب نہ بن جائے' اس لیے انہوں نے ایک شخص کو قتل کر کے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری منافق تھا' اس نے یہودیوں سے تیس درہم لے کر یہ کہا کہ میں تم کو بتا دوں گا کہ عیسیٰ کہاں چھپے ہیں' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کے اوپر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈال دی گئی' یہودیوں نے اس کو اس گمان میں قتل کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ ہے۔

(امام ابن جریر نے جامع البیان جز ۶ص ۱۸ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی ج ۲ص ۴۳۱۔۴۳۰ پر اس روایت کو وہب بن منبہ سے بہت تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے) (روح المعانی جز ۶ص ۱۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

"بل رفعه الله اليه" پر مرزائیہ کے اعتراض کے جوابات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا" مرزائی اس آیت سے استدلال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں رفع سے مراد ہے: روح کا اٹھا لینا' ان کا یہ کہنا اس لیے غلط اور باطل ہے کہ "بل رفعه الله اليه" میں کلام سابق سے اضراب ہے' کلام سابق میں جس چیز کی نفی کی ہے "بل" سے اضراب کر کے اس چیز کا اثبات کیا ہے' کلام سابق میں مذکور ہے کہ یہود نے کہا تھا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور ان کو سولی دی ہے' ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کے جسم مع روح کو قتل کیا ہے اور ان کے جسم مع روح کو سولی دی ہے' کیونکہ روح کو قتل کرنا اور اس کو سولی دینا غیر معقول ہے اور نہ یہ یہود کا دعویٰ تھا۔ پس "بل" سے پہلے جسم مع روح کو قتل کرنے کا ذکر تھا تو "بل" کے بعد جسم مع روح کے رفع اور اس کے اٹھانے کا ذکر ہے اور اس کو صرف روح کے رفع اور اٹھانے پر محمول کرنا سیاق و سباق اور قواعد نحو کے خلاف ہے اور غلط اور باطل ہے۔ لہٰذا اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کے جسم مع روح کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

اس آیت سے استدلال پر مرزائیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تواضع لله رفعه الله۔ جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ اس کا مرتبہ بلند فرماتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۷ص ۱۲۹ العلل المتناہیہ ج ۲ص ۳۳۵ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۱۱۹)

سو جس طرح اس حدیث میں رفع کا معنی رفع درجات ہے اسی طرح ''بل رفعه الله اليه'' کا معنی بھی یہ ہے: اللہ نے حضرت عیسیٰ کے درجات بلند کیے' نہ کہ یہ کہ ان کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

اس حدیث کی سند بہت رقیق ہے' اس میں ایک راوی ہے سعید بن سلام' ابن نمیر نے کہا: یہ کذاب ہے' امام بخاری نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔ امام نسائی نے کہا: یہ ضعیف ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ کذاب ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ص ۲۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق سے یہ متعین ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا نہ یہ کہ ان کے درجہ کو بلند فرمایا۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنی ان کا درجہ بلند کرنا مجاز ہے اور مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو اور یہاں حقیقت محال نہیں ہے' نیز ''بل رفعه الله'' کے ساتھ ''اليه'' بھی مذکور ہے' اگر اس کا معنی درجہ بلند کرنا ہوتا تو پھر اليه کی ضرورت نہ تھی۔

مرزائیہ کا اس استدلال پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ''بل رفعه الله اليه'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا حالانکہ تمہارا مدعیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان والے سے تعبیر کیا گیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوۡرُ ○ (الملک: ۱۶)

کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمان والا تم کو زمین میں دھنسا دے اور زمین اچانک لرزنے لگے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے منتظر ہوتے تو آسمان کی طرف دیکھتے تھے:

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡھِکَ فِی السَّمَآءِ ۚ (البقرہ: ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے چہرہ کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

اس لیے زیر بحث آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے آسمانوں کا کنایہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا اور اس کی تائید اور تقویت ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا اور قرب قیامت میں وہ آسمان سے نازل ہوں گے اور اس پر اجماع امت ہے' مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی براہین احمدیہ میں یہی لکھا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

''انی متوفيک ورافعک الی'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۔ (آل عمران: ۵۵)

(اے رسول مکرم! یاد کیجئے) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کو کافروں (کے بہتان) سے پاک کرنے والا ہوں۔

اس آیت میں ''متوفیک'' کا لفظ ہے' اس کا مصدر ''توفی'' ہے اور اس کا مادہ وفات ہے۔ وفات کے معنیٰ ہیں: پورا کرنا' موت کو بھی وفات اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ عمر پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

وافی اس چیز کو کہتے ہیں جو تمام اور کمال کو پہنچ جائے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ . (بنواسرائیل: ۳۵) اور جب تم ناپو تو پورا ناپو۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ . (الزمر: ۷۰) اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

موت پر وفات کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ موت کے ذریعہ زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے اور نیند بھی موت کی بہن ہے' کیونکہ نیند میں بھی اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں' اس لیے نیند پر بھی وفات کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ (المفردات ص ۵۲۹۔۵۲۸' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا . (الزمر: ۴۲) اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جنہیں موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند میں۔

امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے عیسیٰ! میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو زمین پر نہیں چھوڑوں گا تا کہ وہ آپ کو قتل کر دیں بلکہ اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس آیت کے متعدد محامل بیان کیے ہیں:

ربیع بیان کرتے ہیں کہ اللہ آپ پر نیند کی وفات طاری کرے گا اور آپ کو نیند میں آسمان پر اٹھا لے گا۔

کعب احبار نے بیان کیا کہ اللہ نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ میں آپ کو جسم مع روح کے قبض کر لوں گا اور آپ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور میں عنقریب آپ کو کانے دجال کے خلاف بھیجوں گا' آپ اس کو قتل کریں گے' پھر اس کے بعد آپ چوبیس سال تک زندہ رہیں گے۔ پھر میں آپ پر موت طاری کروں گا۔ کعب احبار نے کہا: یہ معنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے' آپ نے فرمایا: وہ امت کیسے ہلاک ہو گی جس کے اول میں' میں ہوں اور جس کے آخر میں عیسیٰ ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا: واؤ مطلق جمع کے لیے آتی ہے' ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی' اس لیے اس آیت کا معنیٰ یہ ہے: اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تمہیں کافروں (کی تہمت) سے پاک کروں گا اور اس کے بعد دنیا میں نازل کر کے تم پر وفات طاری کروں گا۔

امام ابوجعفر طبری کہتے ہیں کہ ان اقوال میں میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ میں آپ کو روح مع جسم کے قبض کر لوں گا' پھر آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے' پھر ایک مدت تک زمین پر رہیں گے' پھر وفات پائیں گے' پھر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کریں گے۔ پھر امام ابوجعفر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ میری امت پر میرے خلیفہ ہوں گے' وہ زمین پر نازل ہوں گے' جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو پہچان لو گے۔ وہ متوسط الخلق ہیں' ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہو گا' ان کے بال سیدھے ہوں گے گویا ان سے

پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ وہ بھیگے ہوئے نہیں ہوں گے۔ وہ صلیب توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' فیاضی سے مال تقسیم کریں گے' اسلام کے لیے لوگوں سے جہاد کریں گے حتیٰ کہ ان کے زمانہ میں تمام باطل دین مٹ جائیں گے اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کر دے گا اور تمام روئے زمین پر امن ہوگا' اونٹ سانپوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے' بیل چیتوں کے ساتھ چر رہے ہوں گے اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ' اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے اور کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ چالیس سال تک زمین میں رہیں گے' پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کر دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم ضرور زمین پر نازل ہوں گے وہ برحق فیصلہ کریں گے اور نیک امام ہوں گے' صلیب کو توڑ ڈالیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے' وہ بڑی فیاضی سے مال تقسیم کریں گے حتیٰ کہ کوئی شخص اس مال کا لینے والا نہیں ہوگا اور وہ مقام روحاء پر حج یا عمرہ کرنے کے لیے جائیں گے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰۴۔۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

"انی متوفیک و رافعک الی" پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

مرزائی اس آیت سے استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے "انی متوفیک" کا ذکر ہے اور پھر "رافعک الی" کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے وفات یعنی موت دے گا' پھر آپ کی روح کو اپنی طرف اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وفات کا معنی ہے: پورا کرنا اور اس کا معنی موت نہیں ہے اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ میں آپ سے اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہوں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کو دشمنوں سے بچائے گا اور اگر بالفرض "انی متوفیک" کا معنی یہ ہو کہ میں آپ کو وفات دینے والا ہوں' تب اس آیت کا معنی یوں ہوگا کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کو وفات دینے والا ہوں' یعنی پہلے آسمان کی طرف آپ کو اٹھاؤں گا اور پھر وفات دوں گا' رفع پہلے ہے اور وفات بعد میں ہے لیکن ذکر میں وفات کو مقدم کیا ہے اور رفع کو مؤخر کیا کیونکہ واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کے لیے نہیں آتی' جیسے واقع میں رکوع پہلے ہے اور سجدہ بعد میں ہے لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ ہے "واسجدی وارکعی" (آل عمران: ۴۳) سجدہ کر اور رکوع کر۔

"ومکروا ومکر اللہ" سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۵۴)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی ۝

اللہ کی خفیہ تدبیر کے مطابق ایک شخص پر حضرت عیسیٰ کی شبہ ڈالنا

مکر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے کسی شخص کو مخفی طریقہ سے ضرر پہنچایا جائے یا ضرر رسانی کو ملمع کاری سے نفع رسانی بنایا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے۔ فراء نے بیان کیا ہے کہ کافروں کا مکر یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کی اور اللہ کا مکر یہ تھا کہ اللہ نے ان کو ڈھیل دی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب بھی وہ کوئی گناہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک نئی نعمت دیتا۔ زجاج نے کہا: اللہ کے مکر سے مراد انہیں ان کے مکر کی سزا دینا ہے' جس طرح قرآن مجید میں ہے: "اللہ یستھزیء بھم" یعنی اللہ ان کو ان کے استہزاء کی سزا دیتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سدی بیان کرتے ہیں کہ بنواسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے انیس (۱۹) حواریوں کو ایک گھر میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے کون شخص میری صورت کو قبول کرے گا؟ سو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کو جنت مل جائے گی' ان میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت کو قبول کر لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف چڑھ گئے اور یہ اس کا معنیٰ ہے کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔

(جامع البیان ج ۳ص ۲۰۲' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی شبہ کسی اور پر ڈال دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے بچنے کے لیے بھاگ کر ایک گھر میں آئے' حضرت جبریل نے اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ ان کے بادشاہ نے ایک خبیث شخص یہوذا سے کہا: جاؤ گھر میں داخل ہو اور ان کو قتل کر دو۔ وہ روشن دان سے گھر میں داخل ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبہ ڈال دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر پایا' انہوں نے اس کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی پر چڑھا دیا' پھر انہوں نے کہا کہ اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور اس کا بدن ہمارے ساتھی کے مشابہ ہے' اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے اور اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا' پھر ان کے درمیان لڑائی ہوئی اور بعض نے بعض کو قتل کر دیا اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے کہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ص ۹۹' ایران' ۱۳۸۷ھ)

''یکلم الناس فی المھد و کھلا'' سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (آل عمران: ۴۶)

وہ (مسیح ابن مریم) لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور پختہ عمر میں بھی' اور نیکوں میں سے ہوگا ۝

''کہل'' کا معنیٰ ہے: جب شباب پختہ اور تام ہو جائے اور یہ چالیس سے ساٹھ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس آیت پر یہ سوال ہے کہ پنگوڑے میں باتیں کرنا تو قابل ذکر امر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ پختہ عمر میں بات کرنا کون سی خصوصیت ہے جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ذکر کیا ہے' اس سوال کے متعدد جوابات ہیں: ایک یہ کہ اس آیت سے مقصود نجران کے عیسائی وفد کا رد کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مدعی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بچپن سے کہولت تک کا زمانہ گزاریں گے اور اس زمانہ میں ان پر جسمانی تغیرات آتے رہیں گے اور خدا وہ ہوتا ہے جس پر کوئی تغیر اور تبدل نہ آ سکے کیونکہ تغیر حدوث کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھا لیا گیا' پھر کئی ہزار سال بعد جب وہ آسمان سے اتریں گے تو وہ کہولت اور پختہ عمر کے ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ کئی ہزار برس گزرنے کے بعد چالیس سال کے ہوں گے' سو ان کا پنگوڑے میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے اور پختہ عمر میں باتیں کرنا بھی معجزہ ہے کیونکہ لیل و نہار کی گردش اور ہزاروں سال کا گزرنا ان کی جسمانی ساخت پر اثر انداز نہیں ہوا اور جس طرح پختہ عمر میں وہ اٹھائے گئے تھے آسمانوں سے اترنے کے بعد بھی وہ اسی طرح پختہ عمر کے ہوں گے۔

’’وان من اھل الکتب الالیومنن بہ‘‘ سے حضرت عیسیٰ کے نزول پر استدلال

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ (النساء: ۱۵۹)

اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے ۝

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ’’قبل موتہ‘‘ کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

پہلی صورت میں اس آیت کا معنیٰ ہوگا: اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے ضرور حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

علی بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کوئی یہودی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے۔ (جامع البیان جز ۶ ص ۲۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہودی محل کے اوپر سے گرے تو وہ زمین پر پہنچنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہر یہودی اور نصرانی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لے آئے گا' ان پر ان کے ایک شاگرد نے اعتراض کیا: جو شخص ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو' یا اس پر اچانک دیوار گر جائے' یا اس کو درندہ کھا جائے' وہ مرنے سے پہلے کیسے ایمان لائے گا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کے جسم سے اس کی روح اس وقت تک نہیں نکلے گی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے۔

(جامع البیان جز ۶ ص ۲۸۔۲۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

یہ تفسیر مرجوح ہے کیونکہ جو یہودی یا نصرانی لڑائی میں اچانک دشمن کے حملہ سے مر جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے یا وہ کسی بھی حادثہ میں اچانک مر جاتا ہے اس کو کب حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا موقع ملے گا اور راجح دوسری تفسیر ہے جس میں یہ ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے' امام ابن جریر نے بھی اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے اور اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے' واضح رہے کہ مرزائی پہلی تفسیر کو راجح قرار دیتے ہیں' تاکہ نزول مسیح نہ ثابت ہو' بہرنوع اس صورت میں معنیٰ یہ ہے: ’’اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لے آئے گا‘‘۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے۔

ابو مالک نے اس کی تفسیر میں کہا: جب حضرت عیسیٰ بن مریم کا زمین پر نزول ہوگا تو اہل کتاب میں سے ہر شخص ان پر ایمان لے آئے گا۔

حسن نے اس کی تفسیر میں کہا: حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے' بہ خدا وہ اب بھی زندہ ہیں لیکن جب وہ زمین پر نازل ہوں گے تو ان پر سب ایمان لے آئیں گے۔

ابن زید نے کہا: جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو دجال کو قتل کر دیں گے اور روئے زمین کا ہر یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے گا۔ (جامع البیان جز ٦ص ٢٦-٢٥ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے نازل کرنے کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) یہود کے اس زعم اور دعویٰ کا رد کرنا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کر کے ان کے جھوٹ کو ظاہر فرما دے گا۔

(۲) جب ان کی مدت حیات پوری ہونے کے قریب ہوگی تو زمین پر ان کو نازل کیا جائے گا تاکہ ان کو زمین میں دفن کیا جائے کیونکہ جو مٹی سے بنایا گیا ہو اس میں یہی اصل ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کیا جائے۔

(۳) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور آپ کی امت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ کو ان میں سے کر دے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو باقی رکھا حتیٰ کہ آپ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے احکام اسلام کی تجدید کریں گے اور آپ کا نزول دجال کے خروج کے زمانہ کے موافق ہوگا' سو آپ اس کو قتل کریں گے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے نصاریٰ کے جھوٹے دعووں کا رد ہوگا جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کرتے رہے' وہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ کہ یہودیوں نے ان کو سولی دی اور وہ مرنے کے بعد تین دن بعد زندہ ہو گئے۔

(۵) نیز حضرت عیسیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارت دی تھی اور مخلوق کو آپ کی تصدیق اور اتباع کی دعوت دی تھی' اس لیے خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمایا۔

مذکورہ استدلال پر مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰٓى إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○ (آل عمران: ۵۵)

(اے رسول مکرم! یاد کیجئے) جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں آپ کی عمر پوری کرنے والا ہوں اور آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آپ کے پیروکاروں کو (دلائل کے ذریعہ) قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا ہوں' پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے' پھر میں تمہارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کروں گا' جس میں تم اختلاف کرتے تھے ○

اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ قیامت تک کفار رہیں گے' تبھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو قیامت تک کفار پر فوقیت حاصل رہے گی اور دوسری چیز یہ ہے کہ قیامت تک اہل کتاب ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہیں گے' حالانکہ آپ نے النساء: ۱۵۹ کے ترجمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ: ''اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص اس کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے''۔ پس اعتراض یہ ہے کہ جب سب مومن ہو جائیں گے تو حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کا غلبہ کن کافروں پر ہوگا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آل عمران: ۵۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں قیامت تک اختلاف رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے

درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اور النساء: ۵۹ کی جو آپ نے تقریر کی ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے سب مومن ہو جائیں گے' پھر ان میں اختلاف نہیں رہے گا اور یہ آل عمران: ۵۵ کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پر سب لوگوں کے ایمان لانے سے پہلے اہل کتاب میں اختلاف بھی ہوگا اور ان میں کفار بھی ہوں گے جن پر اہل ایمان دلائل کے اعتبار سے غالب رہیں گے اور یہ واقعہ قیامت سے کچھ پہلے ہوگا' اس لیے اس کو مجازاً قیامت تک سے تعبیر کر دیا' جیسا کہ آل عمران: ۵۵ میں ہے اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان کے عبد ہونے اور ان کے رسول ہونے پر ایمان لے آئیں گے۔

"ومامحمد الا رسول" سے مرزائیہ کے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں' تو اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے تو جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا سو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزاء دے گا○

مرزائی اس آیت کا یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں' اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ رکھنا اور قرب قیامت میں ان کے نزول کا عقیدہ رکھنا اس آیت کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں" یہ نہیں فرمایا کہ ان سے پہلے اور رسول فوت ہو چکے ہیں اور اگر بالفرض اس کا یہ معنیٰ ہو کہ ان سے پہلے اور رسول فوت ہو چکے ہیں' تب بھی اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں' حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی فوت ہونا لازم آئے اور اگر بالفرض اس کا یہ معنیٰ ہو کہ: "اور ان سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں" تب بھی اس عمومی قاعدہ سے حضرت علیہ السلام مستثنیٰ ہوں گے اور استثناء کی دلیل قرآن مجید کی وہ متعدد آیات اور احادیث ہیں جن سے حیات مسیح اور نزول مسیح ثابت ہے جن کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں' اس کی نظیر یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم سب کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ٭ (الدھر: ۲)

بے شک ہم نے انسان کو مخلط نطفہ سے پیدا کیا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت کے مخلط پانی سے پیدا کیا ہے' لیکن اس قاعدہ کلیہ سے حضرت عیسیٰ مستثنیٰ ہیں کہ ان کو بغیر مرد کے پیدا کیا اور حضرت حواء مستثنیٰ ہیں کہ ان کو بغیر عورت کے پیدا کیا اور حضرت آدم بھی مستثنیٰ ہیں کہ ان کو مرد اور عورت دونوں کے بغیر پیدا کیا اور اس استثناء کی قرآن مجید میں اور بھی بہت نظائر ہیں' پس اگر "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" (آل عمران: ۱۴۴) کا یہ معنیٰ ہو کہ آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں تب بھی اس عموم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں' کیونکہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کا آسمان سے نزول ثابت ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے حیات مسیح اور نزول مسیح پر استدلال

مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ھ نے لکھا ہے:

سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص ہی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔

(حاشیہ در حاشیہ براھین احمدیہ ص ۳۶۱ طبع قدیم' ص ۷۷۳ طبع جدید' نظارت اشاعت ربوہ' ۱۲۹۷ھ)

اس عبارت میں غلام احمد قادیانی نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔

نیز مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے "هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" (الفتح: ۲۸) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

(حاشیہ در حاشیہ براہین احمدیہ ص ۴۹۹ طبع قدیم' ص ۵۳۹ طبع جدید' نظارت اشاعت' ربوہ' ۱۲۹۷ھ)

اس عبارت میں غلام احمد قادیانی نے یہ تصریح کی ہے کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے زمین کی طرف نزول ہوگا اور اس سے بھی زیادہ صراحت مرزا غلام احمد قادیانی کی ان عبارات میں ہے' مرزا نے لکھا ہے:

عسى ربكم أن يرحم عليكم ' وان عدتم عدنا' وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا ○ (یہ مرزا کی خود ساختہ عبارت ہے کیونکہ قرآن مجید میں "ان یرحمکم" ہے۔منہ) خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے' یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لیے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔

(حاشیہ در حاشیہ براھین احمدیہ ص ۵۰۶-۵۰۵ طبع قدیم' ص ۵۴۸-۵۴۷ طبع جدید' نظارت اشاعت' ربوہ' ۱۲۹۷ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی نے چالیس سال کی عمر میں "براھین احمدیہ" لکھی تھی' پھر وہ بارہ سال تک حیات مسیح اور نزول مسیح کے عقیدہ پر جما رہا' پھر باون سال کی عمر میں اس نے اپنا پرانا عقیدہ تبدیل کیا جو دراصل تمام دنیا کے مسلمانوں کا عقیدہ تھا چنانچہ اس نے لکھا ہے:

پھر میں قریباً بارہ سال تک جو ایک زمانہ دراز ہے' بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے "براہین احمدیہ" میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا اور جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

(اعجاز احمدی ص ۷ طبع قدیم' ص ۹ طبع جدید' نومبر ۱۹۰۲ء)

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

میں نے براہین احمدیہ میں یہ اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے، مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو "براہین احمدیہ" میں ہی لکھا گیا تھا' کیونکہ اس الہام میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خاص تھی' وہ آیت یہ ہے: "هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ"۔ (ایام الصلح ص ۴۶' خزائن ۲۷۲ ص ۱۴)

نیز مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ء نے لکھا ہے:

اور مجھے یہ کب خواہش تھی کہ میں مسیح موعود بنتا اور اگر مجھے یہ خواہش ہوتی تو "براہین احمدیہ" میں اپنے پہلے اعتقاد کی بنا پر کیوں لکھتا کہ مسیح آسمان سے آئے گا؟ حالانکہ اسی براہین میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے' پس تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے پہلے اعتقاد کو نہیں چھوڑا تھا جب تک خدا نے روشن نشانوں اور کھلے کھلے الہاموں کے ساتھ نہیں چھڑایا۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۶۳ـ۱۶۲' مطبع میگزین قادیان' ۱۹۰۷ء)

نیز مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۸ء نے لکھا ہے:

میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے "براہین احمدیہ" کے حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے' مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا' اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔

(براھین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵' نظارت اشاعت' ربوہ' دسمبر ۱۹۷۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے تسلیم کر لیا ہے کہ "براھین احمدیہ" کے پہلے چار حصص میں اس نے تمام مسلمانوں کی طرح یہ عقیدہ رکھا اور اس کو شائع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات نہیں آئی اور وہ آسمانوں پر زندہ ہیں (واضح رہے کہ اس نے چالیس سال کی عمر میں یہ کتاب لکھی) اور پھر لکھا ہے کہ بارہ سال تک وہ اسی عقیدہ پر جمارہا اور بارہ سال بعد اس کو یہ الہام ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہ اس کے کلام میں صریح تناقض ہے اور اس کو خود بھی یہ اعتراف ہے کہ اس کے کلام میں تناقض ہے' اس نے لکھا ہے:

میں نے ان متناقض باتوں کو براھین میں جمع کر دیا ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۸ طبع قدیم' ص ۱۰ طبع جدید)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے عبدالحکیم خان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۸۴' مطبع میگزین قادیان' ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں تناقض ہے اور اس کے نزدیک جس انسان کے کلام میں تناقض ہو وہ مخبوط الحواس ہے' تو اپنے تحریری اقرار کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی مخبوط الحواس ضرور ہوا۔

اس تناقض سے جان چھڑانے کے لیے مرزائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح قرآن اور حدیث میں ناسخ اور منسوخ آیات

اور احادیث ہیں اسی طرح مرزا کی عبارات میں بھی ناسخ اور منسوخ ہیں اور براہین احمدیہ کے پہلے چار حصوں کی وہ عبارات جن سے حیات مسیح ثابت ہے بعد کی عبارات سے منسوخ ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ احکام میں مثلاً امر اور نہی میں ہوتا ہے' اخبار اور عقائد میں نسخ نہیں ہوتا' مثلاً پہلے مسجد اقصیٰ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم تھا بعد میں اس کو منسوخ کر دیا یا پہلے کافروں سے نرمی کرنے کا حکم تھا بعد میں اس کو منسوخ کر کے جہاد کا حکم دے دیا' عقائد میں نسخ نہیں ہوتا کہ پہلے یہ عقیدہ ہو کہ مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں اور بعد میں یہ عقیدہ ہو کہ نہیں وہ وفات پا چکے ہیں' خود مرزا غلام احمد نے بھی اس کو نسخ نہیں کہا بلکہ یہ لکھا ہے کہ یہ میری غلطی تھی اور میرے کلام میں تناقض ہے۔

نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے ''براہین احمدیہ'' میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا' مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی' مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے' اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا' بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں' ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے ''براہین احمدیہ'' میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی امت سے آئے گا (الیٰ ان قال) اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لیے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹۔۱۴۸' مطبع میگزین قادیان ۱۵ مئی' ۱۹۰۷ء)

اس کتاب کے آخر میں مرزا قادیانی نے اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور ۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی موت واقع ہوئی' گویا یہ کتاب اس کی آخری تصانیف میں سے ہے اور مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ وہ باون سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ مانتا رہا اور باون سال کے بعد اس کو الہام ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور دعویٰ نبوت کا ابطال

اب صورت حال یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت کا انکار کفر ہوتا ہے اور مرزا قادیانی ان آیات قطعیۃ الدلالت کے برخلاف باون سال تک عام مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق آسمانوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر جما رہا' لہٰذا یہ خود اپنے قول اور اپنی تصریح کے مطابق باون سال تک کفر پر جما رہا' بعد میں اسے الہام ہوا کہ وہ خود مسیح موعود اور دیگر کتب میں لکھا کہ وہ نبی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کافر کا الہام کب معتبر ہوتا ہے اور کیا کافر کے دل میں جو بات ڈالی جائے اس کو الہام کہنا صحیح ہے؟ کافر کے دل میں جو بات ڈالی جائے وہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے اور شیطان کے وسوسے سے قرآن مجید

کی آیات قطعیہ اور احادیث صریحہ کے خلاف مسیح موعود یا نبوت کا دعویٰ کرنا محض باطل ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی جو اپنے قول کے مطابق قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت کے خلاف عقیدہ رکھ کر کافر ہو چکا تھا اس کا بعد میں یہ دعویٰ کرنا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا چکے ہیں اور خود کے لیے مسیح موعود اور نبوت کے الہام اور وحی کا دعویٰ کرنا بالکل باطل ہے کیونکہ کافر کو الہام نہیں ہوتا' اس کو وسوسہ شیطان ہوتا ہے۔

نوٹ: ہمارے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی یا رسول ماننا کفر ہے اور حیات مسیح اور نزول مسیح کا انکار کرنا شدید ترین گمراہی ہے' البتہ غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود ماننا کفر ہے بلکہ اس کو مسلمان ماننا بھی کفر ہے۔

میں حضرت مولانا عبد المجید صاحب مدظلہ وزیدحبہ وعلمہ ولطفہ واسعدہ اللہ تعالیٰ فی الدارین کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ کتابیں مہیا کیں جن کی مدد سے میں نے یہ مضمون مکمل کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تو (انہوں نے) کہا: بے شک میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو بیان کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو' پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرتے رہو O بے شک اللہ ہی میرا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے O (الزخرف: ۶۴۔۶۳)

حضرت عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان معجزات سے مراد ہے: مردوں کو زندہ کرنا' مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا' مٹی کے پرندے بنا کر ان کو فضا میں اڑا دینا اور آسمان سے دسترخوان نازل کرنا اور غیب کی خبریں دینا۔ قتادہ نے کہا: ''بینات'' سے مراد انجیل ہے اور سدی کی روایت ہے: اس سے مراد ہے نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

نیز اس میں فرمایا: ''اور تاکہ میں تمہارے لیے بعض ان چیزوں کا بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو''۔

زجاج نے کہا: وہ لوگ اس میں اختلاف کرتے تھے کہ تورات میں تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔

بعض نے کہا: وہ تورات کے اور احکام کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ ان کو جواب دیتے تھے۔

بعض نے کہا: وہ اکثر ایسی چیزوں کا سوال کرتے تھے جن کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو ان ہی چیزوں کا جواب دیتے تھے جن کے جاننے میں ان کا فائدہ تھا۔

الزخرف: ۶۴ میں فرمایا: ''بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے' سو تم اسی کی عبادت کرو''۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو یعنی میری عبادت نہ کرو' اس آیت سے ان عیسائیوں کا رد کرنا مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر (بنی اسرائیل کے) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا' پس ظالموں کے لیے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے O وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ چلے O اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے O (الزخرف: ۶۷۔۶۵)

اس آیت میں ''احزاب'' کا لفظ ہے' یہ حزب کی جمع ہے' حزب کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت اور گروہ' یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد انہوں نے آپس میں اختلاف کیا' یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا: وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے اور عیسائیوں میں سے بعض نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں اور بعض نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہا: وہ تین میں کے تیسرے ہیں اور بعض مومن تھے جنہوں نے کہا: حضرت عیسیٰ

اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے' اس آیت میں جو دردناک عذاب کے دن کی وعید ہے وہ پہلے فرقوں کے متعلق ہے یعنی ان یہودیوں کے بارے میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرتے تھے اور ان عیسائیوں کے متعلق ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

الزخرف: ٦٦ میں فرمایا: ''وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور ان کو پتا بھی نہ چلے O''

جس وقت قیامت آئے گی تو وہ اچانک آئے گی اور اس سے پہلے قیامت کے آنے کا کسی کو علم نہیں ہوگا اور سب لوگ اس سے غافل ہوں گے' اس لیے اس وقت کے آنے سے پہلے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے' قیامت کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے:

(۱) ہر انسان کی موت پر' اس کے حق میں قیامت ہے' یہ قیامت صغریٰ ہے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے' سو تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اس سے ہر وقت استغفار کرتے رہو۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ٢٨٥' جمع الجوامع رقم الحدیث: ٢٥٨٠' کنز العمال رقم الحدیث: ٤٢٧٤٨)

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ٤ص ٢٣٨' مجمع الزوائد ج ٣ص ٢٤٦)

(۲) جب قیامت قائم ہوگی تو ہر شخص فوت ہو جائے گا' یہ قیامت لوگوں پر اچانک آئے گی' کسی کو اس کے وقوع کا وقت معلوم نہیں ہے' یہ قیامت وسطیٰ ہے' اس کا علم ان علامات سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا' جہل کا غلبہ ہوگا' کھلے عام زنا ہوگا' عورتیں زیادہ ہوں گی' مرد کم ہوں گے' حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٨١' سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٢٠٥' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٠٤٥' جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ٢٣٨٨)

حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا ہم اس وقت قیامت کا ذکر کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول (۶) یاجوج ماجوج (۷) تین دفعہ زمین کا دھنسنا' ایک دفعہ مشرق میں' ایک دفعہ مغرب میں اور ایک دفعہ جزیرۃ العرب میں (۱۰) اور اس کے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٩٤٧)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ قرار دیا جائے اور دین کے علاوہ علم حاصل کیا جائے اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے اور مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں اور قبیلہ کا سردار ان میں سب سے بڑا فاسق ہو اور قوم کا سردار رزیل ترین شخص ہو اور

کسی شخص کے شر کے خطرہ سے اس کی عزت کی جائے اور فاحشہ عورتیں موسیقی کا اظہار کریں اور شرابیں پی جائیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں تو تم اس وقت سرخ آندھی کا انتظار کرو اور زلزلہ کا اور زمین کے دھنسنے کا اور شکلوں کے مسخ ہونے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا اور ان بڑی بڑی نشانیوں کا جو پے درپے آئیں گی جیسے وہ نشانیاں ایک ڈوری میں پروئی ہوئی ہوں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۱۱، المسند الجامع رقم الحدیث: ۱۵۲۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۸، جامع المسانید والسنن مسند انس بن مالک رقم الحدیث: ۹۰۱)

(۳) قیامت کبریٰ اس کا اطلاق یوم حشر پر ہے، جس دن تمام مردوں کو محشر کی طرف جمع کیا جائے گا، اس کا ذکر ان آیات میں ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ . (البقرہ: ۸۵)
اور قیامت کے دن ان کو زیادہ سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (البقرہ: ۱۱۳)
سو اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے ○

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (البقرہ: ۱۷۴)
اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا ○

خلیل کے معانی

الزخرف: ۶۷ میں فرمایا: ''اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے''۔

اس آیت میں ''الاخلاء'' کا لفظ ہے، یہ خلیل کی جمع ہے، خلیل کا معنیٰ ہے: وہ دوست جس کی محبت دل کی گہرائی میں جا گزین ہو، یہ خلۃ سے بنا ہے اور خلۃ خلال سے مشتق ہے، اس کا معنیٰ اندرون اور درمیان ہوتا ہے اور خلۃ اس محبت کو کہتے ہیں جو نفس کے اندر پیوست ہو یا یہ لفظ خلل سے مشتق ہے کیونکہ جب دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے خلل کو روکتا ہے، یا یہ لفظ ''خل'' سے مشتق ہے، اس کا معنیٰ ریگستانی راستہ ہے کیونکہ جو دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہوں وہ راستہ میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں یا یہ لفظ خَلّۃ سے بنا ہے جس کا معنیٰ خصلت اور عادت ہے اور جو دو شخص ایک دوسرے کے گہرے دوست ہوں ان کی خصلتیں اور عادتیں ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں، حضرت ابراہیم کو خلیل اس لیے فرمایا ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی محبت پیوست ہو چکی تھی اور خلت کا ایک معنیٰ حاجت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے فرمایا کہ انہوں نے اپنی تمام حاجات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی تھیں اور تمام مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے ہو چکے تھے اور جب خلیل کے لفظ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہو تو اس کا معنیٰ ہے: احسان کرنے والا یا اکرام اور افضال کرنے والا۔ (المفردات ج ۱ ص ۲۰۵۔۲۰۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

دنیاوی تعلق کا ناپائیدار ہونا

جن لوگوں کے درمیان دنیاوی رشتوں اور تعلق کی وجہ سے محبت تھی، قیامت کے دن وہ رشتے اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، قرآن مجید میں ہے: